کوثر نیازی

علامہ رشید ترابیؒ	115
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی	117
جناب شورش کاشمیری	123
مولانا سید صباح الدین عبدالرحمان	133
حضرت مولانا شاہ ضیاء الدینؒ	143
جناب ظہور الحسن ڈار	145
چودھری ظہور الٰہی	149
سید عبدالحمید عدمؔ	155
شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ	157
خان عبدالقیوم خاں	163
مولانا شاہ عارف اللہ قادریؒ	167
شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاںؒ	169
حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ	175
چودھری فضل الٰہی	185
حضرت پیر خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ	189
گل محمد خاں	195
حافظ مظہر الدین	197
مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ	199
حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	207
حضرت مولانا مفتی محمودؒ	213
حکیم نیرؔ واسطی	217
حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ	219

حضرت مولانا کے حلقہء تصرّف میں کئی ملکوں کے متوسلین شریک ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے سب سے تپاک اور شفقت سے ملاقات فرمائی۔ پہلے ترک احباب کی طرف توجہ فرمائی اور ان سے عربی زبان میں محوِ کلام رہے۔ انہیں تزکیہ باطن سے سلسلے میں پند و نصائح سے نواز کر رخصت کیا تو ہم پر کرم فرمایا۔ یوں لگتا تھا جیسے علم کا سمندر رواں ہے چائے کا دور تو ترک مہمانوں کے ہوتے چل چکا تھا۔ اختتام پر ایک مرتبہ پھر چائے پلائی بار بار فرماتے تھے آپ لوگ ضَیفِ رسولؐ ہیں کہیں خاطر تواضع میں کمی نہ رہ جائے۔ اس سے اگلے روز عصر کے بعد حضرت مولانا ضیاء الدین کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ پاکستانی سفارت خانہ کے ایک متدیّن کارکن ہمارے وفد کے ہمراہ تھے۔ اب ٹھیک طرح نام یاد نہیں رہا شاید منہاس نام تھا۔ بریلوی مسلک اور عشقِ رسولؐ میں غرق مجھے روضہء رسولؐ پر روتے بلکتے دیکھا تو انہی نے حضرت مولانا ضیاء الدین کے گھر کا رستہ دکھایا۔ وہ حضرت سے بیعت بھی تھے اور آپ کے مقرب بھی تھے۔ پہنچے تو یہاں بھی محفل جمی ہوئی تھی۔ لوگ ایک نورانی شخصیت کے گرد ہالہ کیے بیٹھے تھے۔ منہاس صاحب پہلے ہی جا کر تعارف کرا چکے تھے۔ محبت سے ملے پاکستان سے آئی ہوئی مٹھائیاں منگوائیں' چائے پیش فرمائی مگر ایسی چائے کہ اب تک ذائقہ دعائیں دیتا ہے۔ فرمایا ہماری اپنی بکری کا دودھ ہے۔ اسی لئے چائے میں خاص مزہ ہے۔ محفل میں ایک نعت خوان بھی موجود تھے۔ حضرت کے اشارے پر انہوں نے نعت سنائی جوار رسولؐ میں (اس لئے بھی کہ مولانا کا گھر روضہء رسولؐ اور مسجد نبوی سے چند سو گز ہی کے فاصلے پر تھا) اس درد بھری آواز نے محفل کو تڑپا دیا۔ حضرت کی حالت دیدنی تھی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور یہ ایک صاحب دل کی توجہ کا فیض تھا کہ فضاء میں ہر طرف انوار ہی انوار نظر آتے۔

دوسری مرتبہ 1971ء کے بعد حاضر ہوا۔ اب ضعیف ہو چکے تھے حسب معمول وہی چائے پلائی اور اس میں بیکراں شفقتوں کا رس گھول دیا۔ بطور خاص دعا کیلئے ہاتھ بھی اٹھائے اور چلتے ہوئے مدینہ منورہ کی کھجوریں بھی عطا کیں۔ میں نے خود آپ سے تو نہیں پوچھا البتہ ان کے قریبی حلقے سے تصدیق ہوئی کہ نماز وہ مسجد نبویؐ میں امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ ان کے خیال میں یہ لوگ بے ادب تھے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو ان کے اس مسلک پر تنقید کرتے ہوئے بھی دیکھا مجھ عاجز کا اپنا حقیر عمل اس مسئلے میں ان کے عمل سے مطابقت نہیں رکھتا۔ لیکن ایک بات واضح ہے کہ ان کا یہ انداز فکر بھی عشقِ رسولؐ ہی پر مبنی تھا۔ امام بد عقیدہ یا گستاخ ہے کہ نہیں' اس پر تو بحث کی جا سکتی ہے مگر جب ایک شخص یہ جانتا ہو کہ امام واقعی ایسا ہے تو پھر اس کے پیچھے اس کی نماز کیسے ہو سکتی ہے میں نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ مرحوم سے ایک عجیب بات سنی اور یہ بات شاید انہوں نے اپنے کسی رسالے میں بھی لکھی ہے کہ جب حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلویؒ کا انتقال ہوا اور کسی نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے بے ساختہ ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

پاکستان کہلائے فتوؤں کے علاوہ بھی بیسیوں کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں زبان کی فصاحت و بلاغت بھی ہے اور علم کی گہرائی اور گیرائی بھی۔ تالیف و تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور خطبہ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ لاہور میں ان کا خطاب ہوتا تو بڑے شوق سے شریک ہوتا۔ بہت دھیمے اور باوقار انداز میں تقریر کرتے یوں لگتا جیسے ایک سبک خرام ندی بہتی چلی جارہی ہے۔ علم ظاہر سے تو اللہ تعالی نے ہر دور میں کتنے ہی لوگوں کو سرفراز فرمایا مگروہ ہستیاں ہر دور میں خال ہی خال نظر آتی ہیں جو علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن سے بھی آراستہ ہوں۔ حضرت مفتی صاحب کی ذات لاریب اسی دوسرے گروہ میں شامل تھی وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے باقاعدہ خلیفہ مجاز تھے۔ بہت سے لوگ ان سے بیعت بھی تھے مگر معروف پیروں کا انداز انہیں چھو تک نہیں گیا تھا وہ عقیدت مندوں کی محفل میں بھی اس تواضع اور عاجزی سے بیٹھتے تھے جیسے ان میں سے ہر ایک ان کا پیر ہے کبھی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے اور دوسروں پر ٹھونسنے کی ادنیٰ سی جھلک بھی میں نے اپنی سینکڑوں حاضریوں میں نہیں پائی۔ تنہائی میں جب کبھی بیٹھنے کا اتفاق ہوا میں نے انہیں خشیتِ الٰہی سے لرزتے اور کانپتے دیکھا غیبت اور گلے کا ان کی محفل میں کیا گزر! ہر وقت یہی دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ ضرورت دینی سے تنقید بھی کرتے تو اس اخلاص اور دل سوزی کے ساتھ کہ اگلے کی تنقیص کے بجائے خیر خواہی کا رنگ پیش نظر رہتا۔ دیوبندی ہی نہ تھے دیوبند کے شیوخ میں سے تھے لیکن دوسرے مسلک کے اکابر کا ہمیشہ احترام کرتے میں نے بارہا ان کی زبان سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے "عشق رسولؐ" کا اقرار و اعتراف سنا۔ کراچی کے دو دینی دار العلوم بہت پائے کے ہیں ایک آپ کا قائم کردہ دوسرا حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم کا جاری کردہ فتنہ معاصرت ایسی بری چیز ہے کہ کم ہی لوگ ہر دور میں اس سے محفوظ رہے مگر محب و محبوب کے جو تعلقات ان دونوں بزرگوں کے مابین قائم دیکھے کم ہی ان کی مثال کہیں اور دیکھنے میں آئی ہے اور یہ نتیجہ تھا صرف اور صرف ذوقِ تصوف اور تزکیہء باطن کا جس کے بعد دل میں بغض و حسد اور عداوت و رقابت کے روگ راہ ہی نہیں پا سکتے۔ میں حضرت مفتی صاحب سے باقاعدہ بیعت تو نہ تھا لیکن ہمیشہ ان کی محفل میں اسی طرح بیٹھا جیسے ایک مرید اپنے مرشد کے حضور بیٹھتا ہے اور یہ ان کا کرم ہے کہ انہوں نے بھی کبھی اپنے باطنی فیوض کے خزانے اس بندہء دنیا پر لٹانے سے دریغ نہیں کئے یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اپنے دامن میں روحانیت کے گہر ہائے تابدار کی جگہ مادیت کے حذف ریزے ہی سمیٹے مگر ان بزرگوں کے فیوض و برکات دیکھ کر کبھی کبھی یہ سوچ کر بھی تسلی ہو جاتی ہے کہ ؎

مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

مستقل شاعر ہونا اور شاعری کو پیشہ بنانا اور بات ہے اور شعری ذوق سے مالا مال ہونا اور بات پہلی صورت اسلام میں ناپسندیدہ ہے تو دوسری مستحسن، میں نے تو اپنے تجربہ میں جس شخص میں یہ ذوق نہیں پایا